سُوْرَۃُ النِّسَاء کی تفسیر Lesson 14: An-Nisa (Ayaat 148 - 162): Day 44

سبق کا خلاصہ: بہت اہم آیات ہیں۔ آج کے سبق میں پہلی یاد دہانی یہ ہے کہ اگر کسی پر زیادتی ہو تو وہ کس حد تک بدلہ لے سکتا ہے؟ اسلام میں مہمان کے حقوق پر بات ہو گی۔ اللہ اور رسولؐ کے درمیان فرق کرنے والوں کی سزا کیا ہے اور کیا اُن کا دین سلامت رہتا ہے؟ اہلِ کتاب کی خرابیاں، جن کی وجہ سے اُن سے دُنیا کی امامت لے کر اُمّتِ مسلمہ کو امامت کا فریضہ دے دیا گیا۔ آج کی ماڈرن بینکنگ پر بات ہو گی کہ کس طرح سودی نظام کو ہمارے اوپر مسلّط کیا گیا۔

قادیانت پر بھی بات ہو گی کہ کس طرح یہ فرقہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

پارے کی پہلی آیت کو دیکھیں؛

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَـهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾

اللہ تعالیٰ بُری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔(۱۴۸)

یعنی ذاتی بات کو زبان زدِ عام نہ کر دیا جائے۔ اُس کا ڈھنڈورا نہ پیٹ دیا جائے اور سب کو نہ بتا دی جائے۔ یہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی پر ظلم ہؤا ہے تو بات بتا سکتا ہے۔ پچھلی آیات میں ہم نے یہود و نصاریٰ کی باتیں پڑھی تھیں۔ کہ وہ اسلام کے خلاف کیسے باتیں بناتے تھے۔ تو اُن کی باتوں کے جواب میں ایک مسلمان کیا کہے؟

کچھ مفسّرین اِس آیت کے مختلف شانِ نزول بیان کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اِس بارے میں ہے کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان بن کر جائے اور میزبان اس کا حق مہمانی ادا نہ کرے تو اسے جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے میزبان کی شکایت کرے، جب تک کہ وہ حق ضیافت ادا نہ کرے۔

عرب بہت مہمان نواز تھے۔ اُس دور میں ہوٹل وغیرہ کے انتظام نہیں تھے تو بستی میں آنے والوں کو لوگ اپنے گھروں میں ٹھہرا لیتے تھے۔

مسند احمد کی روایت میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو مسلمان کسی اہل قبلہ کے ہاں مہمان بن کر جائے اور ساری رات گذر جائے لیکن وہ لوگ اس کی مہمانداری نہ کریں تو ہر مسلمان پر اس مہمان کی نصرت ضروری ہے تاکہ میزبان کے مال سے اس کی کھیتی سے بقدر مہمانی دلائیں۔
(سنن ابو داود:3751)

مسند کی اور حدیث میں ہے ضیافت کی رات ہر مسلمان پر واجب ہے، اگر کوئی مسافر صبح تک محروم رہ جائے تو یہ اس میزبان کے ذمہ قرض ہے، خواہ ادا کرے خواہ باقی رکھے (سنن ابو داود:3750)

ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ ہمیں ادھر ادھر بھیجتے ہیں۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ ہماری مہمانداری نہیں کرتے "آپ نے فرمایا اگر وہ میزبانی کریں تو درست، ورنہ تم ان سے لوازمات میزبانی خود لے لیا کرو۔ (صحیح بخاری:2461)

تو مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ مہمان کو جائز شکایت ہو تو بات کر سکتا ہے۔

ہر وہ شخص جس کو اُس کا حق نہ ملے تو وہ صرف اُتنی بات کر سکتا ہے۔

اب ہم انسانوں کی جس دُنیا میں رہتے ہیں تو ہر کوئی مختلف ہے۔ ہر ایک کی صورتِ حال مختلف ہے۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی کہیں کبھی کوئی کمی بیشی رہ جاتی ہے۔

اِس آیت پر ہم نے رَبّ کا پیغام میں درس دیا تھا۔ وہ لیکچر دعوٰہ سی ڈی میں بھی ہے اور نورلقرآن ویب سائٹ پر بھی ہے۔ آپ سُن سکتے ہیں۔ اللہ کن سے محبت کرتا ہے۔ اور کن سے محبت نہیں کرتا۔

جن سے ہم محبت کرتے ہیں ہم یہی چاہتے ہیں کہ وہ بھی ہم سے محبت کرے۔ اللہ کو کن سے محبت ہے۔

اللہ کو اپنے آپ سے پیار ہے۔ اپنے نبی ﷺ سے پیار ہے۔ قرآن پاک سے پیار ہے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے پیار ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کو اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار ہے۔ اور اللہ کو سب کاموں سے زیادہ محبت جہاد فی سبیل اللہ سے ہے۔

ہمیں چاہیئے ہم اللہ سے محبت کریں اور جن چیزوں سے اللہ کو پیار ہے اُن سے پیار کریں۔

مجاہد کو اللہ اتنا پیار کرتا ہے کہ مجاہد کے گھوڑوں کی ٹاپوں پر اپنی ایک پوری سورۃ نازل کر دی۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿٢﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿٣﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿٤﴾ ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں (۱) پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں (۲) پھر صبح کے وقت دھاوا کرتے ہیں (۳) پھر اس وقت غبار اُڑاتے ہیں (۴)

اللہ کو وہ گھوڑے اور گاڑیاں پیاری لگی ہیں جو اللہ کے کاموں میں باہر نکلیں۔ وہ آنکھیں پیاری لگتی ہیں جو اللہ کے گھروں کا پہرا دیں۔ وہ آنسو پیارے لگتے ہیں جو اللہ کے خوف سے بہائے جائیں۔

اللہ کو اُن قدموں پر پڑی مٹی تک اچھی لگتی ہے جو اللہ کی راہ میں بھاگ دوڑ کریں۔ اللہ کو اچھا اخلاق بہت پیارا لگتا ہے۔

اَب ہم اپنی پیاری چیزوں اور اللہ کو پیاری لگنے والی چیزوں کو ملا کر دیکھ لیں۔ کیا میری پسند اللہ کی پسند سے ملتی ہے؟

آج ہی اپنی کپڑوں کی الماری کو کھول کر دیکھیں،اُس میں کونسے کپڑے اللہ کو پسند نہیں ہیں؟ جو میں باہر پہن کر جاتی ہوں؟ گھر میں سب چیزوں کو تنقیدی نظر سے دیکھیں کہ میرے گھر میں کونسی چیزیں ہیں جو اللہ کو ناپسند ہونگی۔ میں خود کونسے ایسے کام کر رہی ہیں جو اللہ کو پسند نہیں ہوں گے؟ میں کونسے کام کروں کہ اللہ کو مجھ سے محبت ہو جائے؟

اگر ہم اپنی زندگی میں وہ چیزیں شامل کریں جو حقیقت میں اللہ کو پسند ہیں تو آہستہ آہستہ ہم بھی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو جائیں گے۔

جب ہم اس بات کا اہتمام کریں گے تو انشاء اللہ ہمارے خیالات اور اعمال بدل جائیں گے۔ یہ جو ہم قرآن پڑھتے ہیں۔ اور اُس پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ہمارے رویے بدل جاتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو اللہ کا پسندیدہ بنانے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ ورنہ عام زندگی میں ہم لوگوں کو خوش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ بعض اوقات اچھے اخلاق بھی ہم لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اپناتے ہیں۔ لوگوں کی خدمت بھی کرتے ہیں لیکن صرف دوسروں کی نظر میں اچھا بننے کے لئے۔ لوگوں کی خاطر قربانی بھی دیتے ہیں۔

لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کر دیا تو لوگ کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ زندگی میں ایک اُصول بنالیں کہ اللہ کو راضی کرنا ہے۔ لوگ خود ہی خوش ہو جائینگے۔ اللہ اُن کے دِلوں میں آپ کے لئے محبت اور عزّت پیدا کر دے گا۔

"ایک دفعہ علیؓ نے اللہ کے نبیؐ سے پوچھا کہ اللہ کے نبی ﷺ میں چاہتا ہوں لوگ مجھ سے خوش ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ۔" ہم جتنا لوگوں میں گھلیں ملیں گے وہ آپ پر تنقید کرتے ہیں۔ لوگ آپ کا وقت ضائع کرتے ہیں۔

ہماری آیت کو دیکھتے ہیں۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَـهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

اللہ تعالٰی بُری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے اور اللہ تعالٰی خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔(۱۴۸)

جہر کا مطلب ہے اونچی آواز، پانچ نمازوں میں سے تین نمازیں (فجر، مغرب، عشاء) جہری نمازیں کہلاتی ہیں کیونکہ اُن میں امام صاحب سورۃ فاتحہ اور اُس کے بعد والی آیات کی بلند آواز سے تلاوت کرتے ہیں۔

یہاں اِس سے مُراد ہے کہ چرچا کرنا۔ باتیں کرنا۔ اِدھر اُدھر لوگوں کو سُناتے پھرنا۔ بددُعا دینا۔ اللہ کو یہ سب بالکل پسند نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ بُری باتیں کچرے اور کوڑے کی طرح ہیں۔ کسی کو یہ پسند نہیں کہ کوئی اور اپنا کوڑا، گندیا کچرا آپ کے گھر پھینک جائے۔ ہم گھر کا سارا کوڑا سمیٹ کر باہر بن (کوڑے دان) میں پھینک دیتے ہیں۔ آپ سمجھ لیں دِل آپ کا گھر ہے۔ لوگوں کی باتیں کچرا یا کوڑا ہیں۔ کیا سب کچھ اپنے کچن یا بیٹھنے والے کمرے میں رکھ لیں گے ؟ اُس نے یہ کہا، وہ کہا۔ اَب کیا کریں گے ؟ فوراً دِل سے نکال لیں اور باہر پھینک دیں۔ دِل صاف کر لیں۔ دِل بڑا کر لیں۔ آپ خوش باش رہیں گے۔

ورنہ پھر کیا ہُو گا اگر کسی نے باتیں کیں تو دِل میں رکھتے رہیں گے تو کوڑے دان یعنی دِل میں جمع ہوتی رہیں گی۔ پھر اُن سے بدبُو آنے لگے گی۔ پھر باتیں وہیں پڑی رہیں تو دِل بھر جائے گا تو بھرے ہوئے

کوڑے دان سے گند باہر گرنے لگتا ہے۔ پھر ہمارے مُنہ سے باتیں نکلنے لگیں گیں۔ ہم باتیں کرنے لگتے ہیں۔" بِالسُّوٓءِ مِنَ الْقَوْلِ" پھر زبان پر آنے لگتی ہیں۔

ہم دِل میں سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم صبر کر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ ہم دِل میں جمع کر رہے ہوتے ہیں تا کہ بعد میں جواب دے سکیں یا اِدھر اُدھر سُنا سکیں۔

صبر یہ ہے کہ باتوں کو بھولتے جائیں۔ ساتھ ساتھ دِل کو صاف کرتے رہیں۔

لوگ باتیں بھی سُنائیں گے، طعنے بھی سُنیں گے پھر دل بھی دُکھے گا۔ لیکن دِل بڑا رکھیں۔

مثال۔ آپ کے گھر میں ایک بِن یا کوڑے دان ہے۔ آپ اُس کو بھرتے رہتے ہیں تا کہ بھر جائے تو باہر پھینک دیں۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بدبو پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً پھلوں کے چھلکے یا کوئی گندی چیز تو ایسی چیزوں کو یا تو آپ فوراً باہر بن میں پھینک کر آتے ہیں یا پھر ایک چھوٹے بیگ میں ڈال کر روزانہ باہر پھینکتے ہیں۔ تا کہ گھر سے بُو نہ آئے اور بِن صاف رہے۔

اَب یا تو کسی کی وہ بُری بات یا طعنہ فوراً باہر پھینک دیں یا پھر آپ اپنے دِل میں بھی ایک چھوٹی سی تھیلی لگا لیں۔ اور اُسے صاف کرتے رہیں۔ لوگوں کو معاف کرنا سیکھیں۔ اگر بالکل ہی صبر نہ ہو سکے تو اِتنا کہہ دیں کہ آپ نے دِل دُکھایا ہے لیکن میں آپ کو معاف کرتی ہوں۔

ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ لوگوں کی باتوں پر کُڑھتے رہیں؟ ایسے دِل میں پیار، خیر خواہی، صبر، توکل اور شُکر کیسے آئے گا جو لوگوں کی بات برداشت نہ کر سکیں؟

کیا کسی کو دِل کھول کر دِکھا سکیں گے؟ اپنے دِل کا جائزہ لیں۔ دِل کی ناراضگی اور دُکھ ساتھ لے کر نہ پھریں۔ ہلکے پھلکے ہو جائیں۔ دل کو صاف رکھیں اور صبر اور شُکر والا تر و تازہ خوشبو دار دِل لے کر

پھریں۔ آپ کی زندگی میں ایک رات ایسی نہیں آنی چاہیئے کہ آپ کے دِل میں کسی کے خلاف غصّہ ہو۔ کیاپتاہماری موت آجائے، فرشتوں کو ہمارے دِل سے کیسی خوشبو آئے گی؟

روزانہ ہر ایک کو معاف کریں۔ اللہ کے سامنے ایسی حالت میں پیش ہوں کہ ہمارے دِل صاف ہوں۔

جس کا دِل صاف ہو گا اُس کی زبان کڑوی نہیں ہو گی۔ جس نے دِل صاف رکھنا ہے وہ اللہ سے تعلق مضبوط کرلے۔ جب کوئی بُری بات سُنیں تو دِل دُکھتا ہے۔ تو پھر بے شک یہ کہہ دیں کہ پتا نہیں مجھ سے کونسا گناہ ہوُاہے کہ اللہ نے مجھے یہ بات سنوائی ہے۔ کہ میرا دِل دُکھا ہے۔ اپنے آپ کا جائزہ لیں۔ دوسرے کو طعنے نہ دیں۔ بلکہ اُن کو بھی احساس دِلائیں کہ انہوں نے آپ کا دِل دکھایا ہے لیکن آپ اپنا معاملہ اللہ تک لے گئ ہیں۔ یہ نہ کہیں کہ نہیں کوئی بات نہیں اور پھر کہیں اور جا کر باتیں کریں۔ یا تو فوراًدِل سے معاف کریں یا انہیں وہیں بتادیں کہ دِل دُکھا ہے اور دِل صاف کرلیں۔

" اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ " اب اگر کوئی آپ کا دِل دُکھائے اور بعض اوقات بات آگے بھی کرنی ہوتی ہے تو صرف اُتنی بات کریں جتنا آپ پر ظلم ہوُاہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ باہر سے پیدل آئیں تو پاؤں پر مٹی تو پڑتی ہے۔ پھر خود ہی صاف ہو جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ رہتے ہوئے کوئی نہ کوئی اونچ نیچ تو ہوتی رہے گی۔ گردو غبار کو جھاڑتے رہیں۔ تو دِل اور تعلقات کے شیشے صاف رہتے ہیں۔

زندگی کے سفر میں چلتے رہیں۔ لڑائی کو طول نہ دیں۔ خاص طور پر شوہر بیوی کے معاملے میں روزانہ بات کو صاف اور واضع کرلیں۔ بدگمانی سے بچیں۔ خود صلح کرلیں یا کوئی کرے تومان جائیں۔ محبت اور پیار سے منالیں۔ آپ انسانوں سے لڑ جھگڑ کر اللہ کو کیسے راضی کرسکتے ہیں؟ مطمئن نہیں رہ سکتے۔

جس بندے سے کوئی بات کرنی ہے آرام سے بیٹھ کر اچھے وقت میں اپنی بات سُنادیں اور اگلے کی سُن لیں۔ ہر وقت ہم صحیح نہیں ہوسکتے۔ دوسرے کی رائے اور نقطۂ نظر بھی سمجھ لیں۔

دوسرے کی فون کال سُن لیں تو فوراً لڑنے نہ چل پڑیں۔ جو نہی پتا چلے آپ کی کسی نے بات کی ہے۔ آپ اُن کے گھر چلی جائیں۔ کوئی کیک یا پھل ساتھ لے جائیں۔ چائے پی کر آرام سے سے ہاتھ پکڑ کر پوچھ لیں کہ میں نے کبھی آپ کا دِل دُکھایا ہے تو پلیز معاف کر دیں۔ رو لیں۔ گلے جائیں۔ وہاں سے اُس وقت تک نہ آئیں جب تک آپ کا دِل اُن سے صاف نہ ہو جائے۔ وہ کچھ کہہ دیں تو نظر انداز کریں۔ ڈائریکٹ کمیو نیکیشن رکھیں۔ اِدھر اُدھر سے بات اُن تک نہ پہنچائیں۔

کبھی ساس کی باتیں شوہر سے نہ کریں۔ وہ ماں کا نہ رہ کر آپ کا بھی نہیں بنے گا۔ آپ کی اپنی عزّت نہیں رہتی۔ کسی لڑکی کو اُس کے والدین یا بہن بھائی کا طعنہ نہ دیں۔ نہ ظالم بنیں نہ مظلوم بنیں۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا، ظالم اور مظلوم کی مدد کرو۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ مظلوم کی مدد تو کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد؟ اللہ کے نبیؐ وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اُسے سمجھاؤ کہ دیکھو تم اپنے اِس ظلم کی وجہ سے آگ میں جا سکتے ہو۔ کہ دیکھو لوگوں کے حقوق ادا کرو۔ فلاں پر ظلم نہ کرو۔

ابو داؤد شریف وغیرہ میں ہے ایک شخص سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا پڑوسی بہت ایذاء پہنچاتا ہے، آپ نے فرمایا ایک کام کرو، اپنا کل مال اسباب گھر سے نکال کر باہر رکھ دو ۔

اس نے ایسا ہی کیا راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا، اب جو گذرتا وہ پوچھتا کیا بات ہے؟ یہ کہتا میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے میں تنگ آ گیا ہوں، ہر راہ گزر اُسے برا بھلا کہتا۔ جب پڑوسی کو اپنی اس طرح کی رسوائی کا حال معلوم ہوا تو اس کے پاس آیا، منتیں کر کے کہا" اپنے گھر چلو اللہ کی قسم اب مرتے دم تک تم کو کسی طرح نہ ستاؤں گا۔ (صحیح بخاری:124)

اپنا جائزہ لیں ہم کیسے کرتے ہیں؟

پھر آگے دیکھیں کہ جب کوئی ظلم کرتا ہے اور کوئی بدلہ لے تو پھر اُتنا ہی بدلہ جائز ہے ورنہ زیادتی ہوئی تو وہ بھی ظلم کرے گا۔

عبدالکریم بن مالک جزری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "گالی دینے والے کو یعنی برا کہنے والے کو برا تو کہہ سکتے ہیں لیکن بہتان باندھنے والے پر بہتان نہیں باندھ سکتے۔" ایک اور آیت میں ہے» وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (42-الشوری: 41 « " (جو مظلوم اپنے ظالم سے اس کے ظلم کا انتقام لے، اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ "

ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" دو گالیاں دینے والوں کا وبال اس پر ہے، جس نے گالیاں دینا شروع کیا۔ ہاں اگر مظلوم حد سے بڑھ جائے تو اور بات ہے۔(صحیح مسلم:2578)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو دوسرے کو بد دعا دینا جائز نہیں، ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہو اسے اپنے ظالم کو بد دعا دینا جائز ہے اور وہ بھی اگر صبر وضبط کر لے تو افضل یہی ہے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری:9/344)

اَب یہ کہ بات کرنے کی رُخصت کیسے ہے؟ صرف اگر کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا ہے تو سیدھی بات بتا کر حل پوچھ لیا جائے۔ بات کو بڑھا چڑھا کر نہ کیا جائے۔

کسی نے چوری کر لی تو کیا کریں؟

ابوداؤد میں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوئی چیز چور چرا لے گئے تو آپ ان پر بد دعا کرنے لگیں۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! کیوں اس کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو؟ (سنن ابوداود:4909،قال الشیخ الألباني:ضعیف)

ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" دو گالیاں دینے والوں کا وبال اس پر ہے،

جس نے گالیاں دینا شروع کیا۔ ہاں اگر مظلوم حد سے بڑھ جائے تو اور بات ہے۔(صحیح مسلم:2578)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص کسی کے ہاں مہمان بن کر جائے اور میزبان اس کا حق مہمانی ادا نہ کرے تو اسے جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے میزبان کی شکایت کرے، جب تک کہ وہ حق ضیافت ادا نہ کرے۔

ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ ہمیں ادھر ادھر بھیجتے ہیں۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ ہماری مہمانداری نہیں کرتے "آپ نے فرمایا اگر وہ میزبانی کریں تو درست، ورنہ تم ان سے لوازمات میزبانی خود لے لیا کرو۔ (صحیح بخاری:2461)

مسند کی اور حدیث میں ہے ضیافت کی رات ہر مسلمان پر واجب ہے، اگر کوئی مسافر صبح تک محروم رہ جائے تو یہ اس میزبان کے ذمہ قرض ہے، خواہ ادا کرے خواہ باقی رکھے-سنن ابوداود:3750،قال الشيخ الألباني:صحيح- ان احادیث کی وجہ سے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات کی ضیافت واجب ہے۔

روایت کے مطابق تین دِن تک مہمان کی خاطر داری کی جائے۔ پھر تین دِن بعد گھر کے کھانے میں شامل کیا جائے۔ مہمان نوازی کے پہلے کھانے کو نُذل کہتے ہیں۔ سورۃ حٰم السجدہ میں آتا ہے۔

مہمان داری میں خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی لازم ہے۔ اچھی جگہ بٹھانا۔ وقت دینا۔ خود کھانے میں شامل ہونا۔ آرام کا خیال رکھنا۔ کمپنی کے نام پر مہمان سے دوسرے رشتے داروں کی باتیں بھی نہ کریں۔ مہمان کے ساتھ عزّت واحترام کے ساتھ پیش آئیں چاہے دُور سے ہوں یا نزدیک سے۔

مہمان کے بھی درجے ہوتے ہیں؛

مہمان سے اُس کے مرتبے کے مطابق سلوک کیا جائے۔ ایک دفعہ ایک قبیلے کا سردار جنگی قیدی ہو کر آیا تو آپ ﷺ نے اُس کی توقیر کی۔ عالم کی جاہل سے زیادہ عزّت افزائی کی جائے لیکن توہین جاہل کی بھی نہ کی جائے۔

ایک عالم نے اپنی بیٹی کا رشتہ اس لئے ایک جگہ نہ کیا کہ لڑکے والے کنجوس تھے، انہوں نے کہا کہ جو لوگ مہمان کی ایک وقت کی مہمان نوازی نہیں کرتے وہ مناسب لوگ نہیں ہیں۔

کسی کو مجبور کر کے کسی کی بُرائی کروانا بھی جائز نہیں ہے۔ یہ بھی ظلم میں آئے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

کوئی آپ کی بات نہ سُنے تو اللہ آپ کی بات سُنتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ہم کیا کریں؟

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو یا کسی بُرائی کو معاف کر دو تو اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں پُوری قدرت والے ہیں۔(۱۴۹)

پیچھے فرمایا گیا کہ کسی کی بُرائی کو ظاہر نہ کرو یہاں تک کہ کوئی مجبوری یا ظلم ہو رہا ہو۔ یہاں فرمایا جارہا ہے کہ نیکی کو ظاہر کرو۔ یعنی بدلے لے سکتے ہو۔ لیکن اگر معاف کر دو تو بہتر ہے۔ معاف وہی شخص کرے گا جس کا دِل بڑا ہو گا۔

اللہ سے دُعا کریں کہ اللہ ہمارے انسانی معاملات میں ہمارے دِل بڑے کر دے۔ آمین۔

کبھی مظلوم کی آہ نہ لیں۔ حدیث میں ہے کہ مظلوم کی آہ سیدھی اللہ کے پاس پہنچتی ہے۔

کبھی ایسا نہ کریں کہ مظلوم کی زبان نہ بولے لیکن دِل تڑپ کر اللہ کے پاس فریاد لے جائے۔

ایک خوبصورت روایت ہے کہ عرش کو اُٹھانے والے فرشتے جو افضل درجے کے فرشتے ہیں۔اُن کو حاملینِ عرش کہتے ہیں۔وہ ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے رہتے ہیں۔اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَلَى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ ۔ یااللہ تیری پاکی اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں کہ تیرے پاس اِتنا علم ہے لیکن تو پھر بھی حلم کرتا ہے۔(آپ اور میں بھی یہ دُعا یاد کرلیں) اپنے اندر نرمی پیدا کریں۔لوگوں کو معاف کریں۔جو علم اپ کے اندر حلم نہیں لاتا وہ کیسا علم ہے؟

اللہ کے نبیؐ نے یہ دُعا عائشہؓ کو سکھائی تھی۔لیلۃ القدر کی دُعا یہی ہے؛؛ اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي " ؛؛ کہ یااللہ تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے مجھے معاف فرمادے۔

بعض اوقات ہم خود اللہ سے جو مانگ رہے ہوتے ہیں وہ ہم دوسروں کو نہیں دیتے۔مرتے دَم تک لوگوں کے ساتھ ضدّ لگا کر بیٹھے رہتے ہیں۔اپنے اندر برداشت پیدا کریں۔

اِنۡ تُبۡدُوۡا خَيۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ۔۔۔یعنی نیکی اور بھلائی کے کام ظاہر اً کرو یا چھپا کر؛۔عربی زبان میں خیر کے کئی معنی ہیں۔یہاں خَيۡرًا کے لفظ کے دو معنی ہیں۔حق کے ساتھ سچائی اختیار کرنا۔دوسرا خلق کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا۔

یعنی پہلا ہے کہ اللہ کے معاملے میں سچائی اختیار کرنا۔

دوسرا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔اس کی آگے دو قسمیں ہیں۔پہلا لوگوں کو نفع دینا اور دوسرا اُن سے تکلیف کو روک دینا۔نقصان سے بچالینا۔

خیر پھیلائیں۔اپنی ذات کو بادل بنالیں اور دوسروں پر برسائیں۔خیر کو عام کریں۔

بھلائی کے کام کریں۔امر بالمعروف کریں اور نہی عن المنکر کریں۔

آپ کے ساتھ زیادتی ہو تو آپ اُسے معاف کر دیں۔ یہ نیکی کا اونچا درجہ ہے۔ علیؓ فرماتے ہیں؛

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ قیامت کے دِن میں مظلوم بن کر پیش ہوں نہ کہ ظالم بن کر آؤں۔

اگلی آیات میں موضوع تبدیل ہو رہا ہے؛

آج بھی آپ یہ سُنتے ہیں کہ لوگ وحدتِ اَدیان کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ماضی میں بھی لوگ اس قسم کے آئیڈیاز پیش کرتے رہے ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ سب مذاہب کو ملا کر ایک مذہب بنا دیا جائے۔ ہندو سکھ، عیسائی اور مسلم سب بھائی بھائی کا نعرہ بُلند کرتے ہیں۔ کوئی بھگوان کہے تو کوئی رَبّ، یا ایشور کہہ لے۔

ہر کوئی اللہ کو تو مانتا ہے۔ سوائے ایتھیسٹ کے۔ سب لوگ ایک سپریم طاقت کو رَبّ مانتے ہیں۔ ہر کوئی اچھے اخلاق کو بھی مانتے ہیں۔ ہر مذہب یا غیر مذہبی شخص اِس بات کو مانتا ہے کہ سچ بولا جائے۔ چوری نہ کی جائے، دھوکہ نہ دیا جائے۔ اخلاقیات کو تو سب مانتے ہیں۔

ایک بات مختلف ہے کہ صرف رسول کو نہیں مانتے ہیں۔ شیطان نے یہ فتنہ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے کہ لوگ انکارِ حدیث ہو گئے ہیں اور رسولؐ کی ذات کے منکر ہیں۔

اگلی آیات میں یہی موضوع ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرنے کا طریقہ اللہ کے نبیؐ سے سیکھیں۔ اُنؐ کی ذات ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ بھگوان کے سامنے ناچو اور یہ وہ کرو۔ فرق رسولؐ کی وجہ سے ہے۔ جو لوگ تو صحیح دین چاہتے ہیں وہ رسول ﷺ کی احادیث پر عمل کرینگے تاکہ اِدھر اُدھر نہ بھٹک جائیں۔ جو اپنی پسند کا دین چاہتے ہیں وہ احادیث کا انکار کرینگے کہ پُرانی ہیں۔ آج دَور بدل گیا ہے فلاں یہ اور وہ۔

پھر وہ اپنی مرضی کے دین پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ فرماتے ہیں؛

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا بَيۡنَ ذٰ لِكَ سَبِيۡلًا ۙ ﴿۱۵۰﴾

جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسول کے درمیان میں فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔(۱۵۰)

بعض اوقات لوگ اللہ اور نبیؐ کو برابر کا درجہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی کی جارہی ہے۔

حدیث کا خلاصہ: یہود کے 71 فرقے تھے۔ نصاریٰ کے 72 فرقے تھے۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ مسلمانو تمہارے 73 فرقے بنیں گے۔ مسلمانوں کے کئی فرقے آئے اور ختم ہو گئے۔ اللہ باطل کو مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ ہم سب کو اکبر کے زمانے کا دینِ الٰہی تو یاد ہی ہو گا۔

اُس میں کہا گیا کہ ایک ہزار سال بعد اللہ کے نبیؐ کا دین ختم ہو گیا۔ اکبر نے ایک نیا دین بنا دیا۔ شراب، زنا حلال کر دیا تھا خود کو الہ کہتا تھا۔

آج اسماعیلی طبقہ بھی یہی کرتا ہے۔ قادیانوں نے اپنا نیا نبی بنا لیا ہے۔ عیسائی اور یہود اللہ کو مانتے ہیں لیکن نبیؐ کو نہیں مانتے۔ جیسے اکثر یہودی علماء کا شیوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا کہ محض حسد کی وجہ سے آپ کی عظیم الشان نبوت کے منکر تھے اور آپ کی مخالفت اور عداوت میں آ کر مقابلے پر تل گئے، پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی یعنی کسی نبی کو مانا، کسی سے انکار کر دیا۔

کسی رَبّانی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نفسانی خواہش جوش تعصب اور تقلید آبائی کی وجہ سے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نبی کو نہ ماننے والا اللہ کے نزدیک تمام نبیوں کا منکر ہے۔

اس لیے کہ اگر اور انبیاء علیہم السلام کو بوجہ نبی ہونے کے مانتا تو اس نبی کو ماننا بھی اسی وجہ سے اس پر ضروری تھا، جب وہ ایک کو نہیں مانتا تو معلوم ہوا کہ جنہیں وہ مانتا ہے انہیں بھی کسی دنیاوی غرض اور ہواؤں کی وجہ سے مانتا ہے، ان کا شریعت ماننا یا نہ ماننا دونوں بے معنی ہے۔

"۔۔۔ کہ اللہ کے اور اس کے رسول کے درمیان میں فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔(۱۵۰)

اسلام ہمیں ایک ہی دین کا پیغام دیتا ہے۔ ہم رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔ یہود موسیٰ کو مانتے ہیں۔ نصاریٰ موسیٰ اور عیسیٰ کو مانتے ہیں لیکن ہم مسلمان تمام نبیوںؑ کو مانتے ہیں۔

پھر اُن کی سزا کیا ہے؟

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔(۱۵۱)

سختی سے فرمایا جارہا ہے کہ یقیناً وہی لوگ کافر ہیں۔ اور ذلیل کر دینے والا عذاب اُن کا منتظر ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسول پر بھی اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ثواب دینگے اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں۔(۱۵۲)

اَصل عقیدہ کیا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی بات پر پکّا یقین رکھیں اور اپنا ایمان مضبوط رکھیں۔

صرف اللہ ہی ہدایت عطا کرتا ہے۔ ہماری اللہ سے پہچان ہی نبیؐ کے ذریعے ہوئی ہے۔ ہم نماز بھی اللہ کے نبیؐ کی سُنّت کے مطابق پڑھتے ہیں۔ قرآن میں نماز کی تفصیل نہیں آتی۔ آیات کی تفسیر بھی ہم بخاری سے پڑھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ اللہ کے نبی سے پوچھتے تھے جو ہمیں احادیث رسولؐ سے پتا چلتی ہیں۔ نکاح کی تفصیل، وراثت کی بانٹ اور طلاق، ہر تفصیل ہم احادیثؐ سے پڑھتے ہیں۔ حدیثؐ کو ہم دین سے الگ نہیں کرسکتے۔

سنّت، حدیثِ رسولؐ دین کا ڈھانچہ ہے۔ جو حدیثؐ نہیں مانتے وہ اپنی مرضی کا دین بنالیتے ہیں۔

اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں نبیؐ کے پیش کردہ صحیح دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ بچوں کے دِلوں میں اللہ اور نبیؐ کی محبت پختہ کردیں۔ دین سے جوڑ دیں۔ سیرتِ رسولؐ کی کتابیں پڑھائیں۔ ہم حدیثؐ کے بغیر دین نہیں لے سکتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں ہم نبیؐ کو مانتے ہیں لیکن حدیثؐ کو نہیں مانتے تو یہ تو ایسے ہی ہے کہ کوئی کہے کہ اللہ کو مانتا ہوں قرآن کو نہیں مانتا۔ تو ہم نے اللہ کے نبی ﷺ اور حدیثِ رسولؐ دونوں کو ماننا ہے۔ اپنا عقیدہ مضبوط رکھیں۔